اخلاقیات

(۱)

ایمان کے بعد دین کا اہم ترین مطالبہ تزکیہ اخلاق ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ انسان خلق اور خالق، دونوں سے متعلق اپنے عمل کو پاکیزہ بنائے۔ یہی وہ چیز ہے جسے عمل صالح سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تمام شریعت اسی کی فرع ہے۔ تمدن کی تبدیلی کے ساتھ شریعت تو، بے شک تبدیل بھی ہوئی ہے، لیکن ایمان اور عمل صالح اصل دین ہیں۔ ان میں کوئی ترمیم و تغیر کبھی نہیں ہوا۔ قرآن اس معاملے میں بالکل واضح ہے کہ جو شخص ان دونوں کے ساتھ اللہ کے حضور میں آئے گا، اس کے لیے جنت ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔ ارشاد فرمایا ہے:

وَمَنْ يَأْتِهِ مُؤْمِنًا، قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ،
فَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ الْعُلَى، جَنَّاتُ عَدْنٍ
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ، خَالِدِينَ فِيهَا،
وَذَٰلِكَ جَزَاءُ مَنْ تَزَكَّى. (طہ: ۲۰-۲۶)

”اور جو اُس کے حضور مومن ہو کر آئیں گے، جنہوں نے
نیک عمل کیے ہوں گے، وہی ہیں جن کے لیے اونچے
درجے ہوں گے، سدا بہار باغ جن کے نیچے نہریں بہتی
ہوں گی، وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہ صلہ ہے اُن کا
جو پاکیزگی اختیار کریں۔“

یہی عمل صالح ہے جسے فضائل اخلاق سے، اور اس کے مقابل میں غیر صالح اعمال کو اس کے رذائل سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ”انما بعثت لأتمم مكارم الاخلاق“ میں اخلاق عالیہ کو اس کے اتمام تک پہنچانے کے لیے مبعوث کیا گیا ہوں۔ نیز فرمایا ہے کہ تم میں سے بہترین لوگ وہی ہیں جو اپنے اخلاق میں دوسروں سے اچھے

۱ الاحادیث الصحیحہ، البانی، رقم ۲۵۔

ہیں۔ یہی لوگ مجھے سب سے زیادہ محبوب بھی ہیں۔ قیامت کے دن آدمی کی میزان میں سب سے زیادہ بھاری چیز اچھے اخلاق ہی ہوں گے، اور بندہ مومن وہی درجہ حسن اخلاق سے حاصل کر لیتا ہے جو کسی شخص کو دن کے روزوں اور رات کی نمازوں سے حاصل ہوتا ہے۔

بنیادی مباحث

وَنَفْسٍ وَّمَا سَوَّاهَا، فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا، قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا، وَقَدْ خَابَ مَنْ
دَسَّاهَا. (الشَّمْسُ: ۹۱-۷-۱۰)

’اور نفس گواہی دیتا ہے، اور جیسا اُسے سنوارا، پھر اُس کی نیکی اور بدی اُسے سجھادی کہ مراد کو پہنچ گیا وہ جس نے اُس کو پاک کیا اور نامراد ہو اور جس نے اسے آلودہ کیا۔‘

انسان کے پاس خیر و شر کے جاننے کا ذریعہ کیا ہے؟ یہ فلسفہ اخلاق کا سب سے بنیادی سوال ہے۔ قرآن نے ان آیتوں میں واضح کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح انسان کو دیکھنے کے لیے آنکھیں اور سننے کے لیے کان دیے ہیں، بالکل اسی طرح نیکی اور بدی کو الگ الگ پہچاننے کے لیے ایک حاسہ اخلاقی بھی عطا فرمایا ہے۔ وہ محض ایک حیوانی اور عقلی وجود ہی نہیں ہے، اس کے ساتھ ایک اخلاقی وجود بھی ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ خیر و شر کا امتیاز اور خیر کے شر اور شر کے شر ہونے کا احساس انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی اس کے دل و دماغ میں الہام کر دیا گیا ہے۔ بعض دوسرے مقامات پر یہی حقیقت انا ہدینہ السبیل (ہم نے اسے خیر و شر کی راہ سجھادی) اور ہدینہ النجدین (ہم نے کیا اسے دونوں راستے نہیں سجھائے) کے الفاظ میں واضح کی گئی ہے۔ یہ امتیاز و احساس ایک عالمگیر حقیقت ہے۔ چنانچہ برے سے برا آدمی بھی گناہ کرتا ہے تو پہلے مرحلے میں اسے چھپانے کی کوشش کرتا ہے۔ آدم علیہ السلام کے بیٹے قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دینے کے بعد اس کی

۲ بخاری، رقم ۵۶۸۲۔ مسلم، رقم ۲۳۲۱۔

۳ بخاری، رقم ۳۵۴۹۔

۴ ابوداؤد، رقم ۴۷۹۹۔ ترمذی، رقم ۲۰۰۲۔

۵ ابوداؤد، رقم ۴۷۹۸۔ ترمذی، رقم ۲۰۰۳۔

۶ الدہرہ ۶: ۳۔

۷ البلد ۹۰: ۱۰۔

لاش چھپانے کی کوشش کی تھی تو ظاہر ہے کہ احساس گناہ ہی کی وجہ سے کی تھی۔ یہی معاملہ نیکی کا ہے۔ انسان اس سے محبت کرتا ہے، اس کے لیے اپنے اندر عزت و احترام کے جذبات پاتا ہے اور اپنے لیے جب بھی کوئی معاشرت پیدا کرتا ہے، اس میں حق و انصاف کے لیے لازماً کوئی نظام قائم کرتا ہے۔ یہ اس امتیاز خیر و شر کے فطری ہونے کا صریح ثبوت ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ برائی کے حق میں انسان بعض اوقات بہانے بھی تراش لیتا ہے، لیکن جس وقت تراشتا ہے، اسی وقت جانتا ہے کہ یہ بہانے وہ اپنی فطرت کے خلاف تراش رہا ہے۔ اس لیے کہ وہی برائی اگر کوئی دوسرا اس کے ساتھ کر بیٹھے تو بغیر کسی تردد کے وہ اسے برائی ٹھہراتا اور اس کے خلاف سراپا احتجاج بن جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: نیکی حسن اخلاق ہے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹک پیدا کر دے اور تم یہ پسند نہ کرو کہ دوسرے لوگ اسے جانیں۔^۸ نفس انسانی کا یہی پہلو ہے جسے قرآن نے نفس لوامہ سے تعبیر کیا ہے اور پھر پوری صراحت کے ساتھ فرمایا ہے:

بَلِ الْإِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ، وَلَوْ أَلْقَىٰ
مَعَاذِيرَهُ. (القیامہ ۷۵: ۱۴-۱۵)

”بلکہ (حقیقت یہ ہے کہ) انسان خود اپنے اوپر گواہ ہے،
اگرچہ کتنے ہی بہانے بنائے۔“

اس الہام کی تعبیر میں، البتہ اشخاص، زمانے اور حالات کے لحاظ سے بہت کچھ اختلافات ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے کہ اس کی گنجائش بھی اس نے باقی نہیں رہنے دی اور جہاں کسی بڑے اختلاف کا اندیشہ تھا، اپنے پیغمبروں کے ذریعے سے خیر و شر کو بالکل واضح کر دیا ہے۔ ان پیغمبروں کی ہدایت اب قیامت تک کے لیے قرآن مجید میں محفوظ ہے۔ انسان اپنے اندر جو کچھ پاتا ہے، یہ ہدایت اس کی تصدیق کرتی ہے اور انسان کا وجدانی علم، بلکہ تجربی علم، تو انہیں حیات اور حالات وجود سے استنباط کیا ہو علم اور عقلی علم، سب اس کی گواہی دیتے ہیں۔ چنانچہ اخلاق کے فضائل و رذائل اس کے نتیجے میں پوری قطعیت کے ساتھ متعین ہو جاتے ہیں۔

روایتوں میں ایک تمثیل کے ذریعے سے یہی بات اس طرح سمجھائی گئی ہے کہ تم جس منزل تک پہنچنا چاہتے ہو، اس کے لیے ایک سیدھا راستہ تمہارے سامنے ہے جس کے دونوں طرف دو دیواریں کھنچی ہوئی ہیں۔ دونوں میں دروازے کھلے ہیں جن پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ راستے کے سرے پر ایک پکارنے والا پکار رہا ہے کہ اندر آ جاؤ اور سیدھے چلتے رہو۔ اس کے باوجود کوئی شخص اگر دائیں بائیں کے دروازوں کا پردہ اٹھانا چاہے تو اوپر سے ایک منادی پکار کر کہتا ہے: خبردار، پردہ نہ اٹھانا۔ اٹھاؤ گے تو اندر چلے جاؤ گے۔ فرمایا ہے کہ یہ راستہ اسلام ہے، دیواریں اللہ کے حدود ہیں، دروازے اس کی قائم کردہ حرمتیں ہیں، اوپر سے پکارنے والا منادی خدا کا وہ واعظ ہے جو ہر بندہ مومن کے دل میں ہے اور راستے کے سرے پر پکارنے

۸ مسلم، رقم ۲۵۵۳۔

۹ القیامہ ۷۵: ۲۔

ولاقرآن ہے:

”بے شک، یہ قرآن اُس راستے کی رہنمائی کرتا ہے جو
بالکل سیدھا ہے اور اپنے ماننے والوں کو جو اچھے عمل کرتے
ہیں اس بات کی بشارت دیتا ہے کہ اُن کے لیے بہت بڑا
اجر ہے۔“ (بنی اسرائیل ۹:۱۷)

[باقی]

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۱۰ ترمذی، رقم ۲۸۵۹۔ احمد، رقم ۱۷۶۷۱۔

اشراق ۳۴ _____ جنوری ۲۰۰۵